

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

مطابق ماہ اپریل ۱۹۵۸ء

مرتبہ سید سیاح الدین کاکخیل

تحت ادارہ

غلام حسین | سر حزب الانتصار بھیرہ | لین روپہ
مدیر مسؤل | مولانا الحاج التفار احمد اکوی | سالانہ ہفتہ
(پاکستان)

بیادگار زعیم ملت حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بکیری نور اللہ مرقدہ

زیر ہدایت :- مولانا افتخار احمد صاحب بکیری امیر حزب الاسلام بکیرہ (پنجاب)

مہتاب

حزب الاسلام بکیرہ

سالانہ چندہ

عوام سے

۳/- روپے

طلباء سے

۲/۸/- روپے

سالانہ چندہ

مہادین سے

۵/- روپے

غیر مالک سے

۲/- روپے

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض مقاصد :- اندرونی و بیرونی محلوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام (۱) اصلاح رسوم و بائعات شریعت اسلامیہ اشاعت علوم دینیہ طریق کار :- ۱۔ جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم عزیز آباد جامع مسجد بکیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ ۳۔ مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے۔ (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس

۵۔ امیر حزب الاسلام کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتب خانہ (۷) جامع مسجد بکیرہ کی حرمت

جریدہ کے قواعد و ضوابط :- ۱۔ جریدہ براہ انگریزی کی ۵ تاریخ کو پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ تک وصول ہو جانے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (۲) ارکان حزب الاسلام کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکھنے والے کم از کم چار آٹے ماہوار یا تین روپیہ سالانہ ہے۔ (۳) عام سالانہ چندہ ۳/۸ روپے معافیت سے ۵/۸ روپے اور طلباء سے ۲/۸ روپے مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ (۴) وہی رسالہ باقاعدہ چار پڑتال کے بعد حوالہ ڈاک کیا جاتا ہے۔ بعض رسالوں کی راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے ماہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا (۵) جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔ (۶) ہندوستان کے چندہ حاجی عبد المجید صاحبان کمیشن اینڈ گراہ نواب مسجد شریٹ بکیری (ہندوستان) کو بذریعہ ٹیلی گرام ارسال کریں۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام غلام حسین ایڈیٹر شمس الاسلام بکیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

دارہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی پی آر سال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ وی آر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی پی واپس کر کے ایک اسلامی ادارہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

غلام حسین ایڈیٹر رسالہ

سرخ نشان



شمس الاسلام بھیرہ

حزبتہ: سیدتیاح الدین کا کاخیل

جلد ۲۹	رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق اپریل ۱۹۵۸ء	نمبر ۴
--------	---------------------------------------	--------

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	شذرات دینی مدارس کی اہمیت اور ہمہ گیر موجودہ حالات	ادارہ	۵
۲	ماہ مبارک کا استقبال	مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ	۹
۳	علم حدیث	مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی	۲۲

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر سید بشر ثنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر جریہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا

تعلیم کتاب و سنت کا ایک قدیمی مرکز!

دارالعلوم عزیزہ جامع مسجد بھیرہ

قارئین کرام! آپ سے یہ حقیقت مخفی نہ ہوگی کہ جامع مسجد بھیرہ میں حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی یادگار دارالعلوم عزیزہ ہے۔ جن نے عرصہ دراز سے قرآن، حدیث، فقہ و اصول اور دوسرے علوم و فنون کی تعلیم و تدریس کے ذریعہ ہزاروں تشنگاہ علوم دینیہ کو سیراب با مراد کر دیا ہے۔ اس مدرسہ میں ملک کے دور دراز حصوں سے طلبہ علوم دینیہ آکر داخل ہوتے ہیں اور فیض یاب ہو کر جاتے ہیں۔ ان کے کھانے، کپڑے، رہائش وغیرہ تمام ضروریات کی کفالت مدرسہ پر ہے۔ اور نظام ہے کہ عام اہل خیر مسلمانوں کی امداد و اعانت کے بغیر مہمانانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمت گزاری ہم سدا انجام نہیں دے سکتے۔ رمضان المبارک کا مہینہ خیر و برکت کا مہینہ ہے بہت سے مسلمان اس مہینہ میں فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بہت سے اہل تقویٰ صاحب توفیق بندے نفلی صدقہ و خیرات کر کے ثوابِ آخرت کی حاصل کرنا چاہتے ہیں رمضان المبارک کے اختتام پر صدقہ فطر ادا کرتے ہیں۔ فی سبیل اللہ انفاق کی ان ساری صورتوں میں طلبہ علوم دینیہ بہترین مصروف ہیں۔ اور ان پر خرچ کرنا سب سے بڑھ کر ثواب ہے۔ اس لئے

تمام اہل خیر مسلمانوں کی خدمت میں یہ اپیل کی جاتی ہے کہ

وہ زکوٰۃ، صدقہ و خیرات اور عام عطیات کے موقع پر دارالعلوم عزیزہ کے طلبہ کو فراموش نہ کریں۔ اور ان کے اخراجات کے لئے امدادی رقوم مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمایا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔ فقط والسلام۔

عاجز افتخار احمد بگوی

مہتمم دارالعلوم عزیزہ جامع مسجد بھیرہ (ضلع سرگودھا)

شذرات

دینی مدارس کی اہمیت اور ہمارے موجودہ حالات!

یہ ایک واضح تاریخی حقیقت ہے کہ اس ملک میں برطانوی اقتدار و حکومت کی بلامصلط ہو جانے کے بعد جب دین اسلام کو اجتماعی زندگی اور تعلیمی میدان سے خارج کر دیا گیا تو ٹوٹے پھوٹے چھوٹے بڑے عربی مدارس و مکاتب اور مساجد و جماعت میں اُس کو پناہ مل گئی۔ اور علمائے دین نے ناموافق حالات، اپنوں کے طعن و تشنیع، اور غیروں کی مخالفت و ممانعت اور ہزار قسم کی رکاوٹوں کے باوجود قرآن و حدیث اور ان کے متعلقہ علوم ادبیہ عربیہ کی تعلیم و تدریس کے سلسلہ کو جاری رکھا اور تکالیف و مصائب برداشت کر کے اس ملک میں اسلامی احکام و روایات کو باقی رکھنے کی پوری پوری کوشش کی۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ انگریز جیسی جلال و جبروت والی ہوشیار و چالاک اور زیرک چال باز قوم کی جاہلانہ اور شیطانی حکومت کے دوسلہ دور میں ان بوریا نشینوں نے دین کی وہ خدمت سرانجام دی جس کی برکت سے ایسی حکومت میں غلامی کی زندگی گزارنے کے باوجود ہندوستان و پاکستان میں آج بھی اسلامی شہا بر باقی ہیں۔

مسجدیں آباد ہیں۔ پانچوں وقت بلند میناروں سے اللہ کی عظمت و کبریائی اور رسول اللہ کی رسالت و نبوت کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ رکا نہیں۔ اور دینی ادارے (غواہ محمد و درجہ بی سہی) دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ اور آج بھی ایسے حق گو علماء موجود ہیں۔ جو کسی امیر و وزیر، افسر و ادا کی پرواہ کئے بغیر اعلان حق کر سکتے اور کرتے ہیں۔ اگر غور کریں تو غور کر کے انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیں تو یہ فیصلہ بالکل

ہم اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں کہ موجودہ حالات میں دینی فضا میسر و مطلوبہ کے مطابق موجود ہے۔ یا اسلامی احکام و قوانین اور اسلامی روایات کا ملک میں کما حقہ چرچا اور غلبہ ہے۔ اور دین کو فروغ حاصل ہے۔ فرنگی تہذیب و مذہبیت نے ہمارے دین کا بہت بڑا حصہ ہم سے چھین لیا ہے بلکہ یوں کہنا مجاہد کہ سیاسی اور اجتماعی حیثیت سے تو اُس نے ہم کو بالکل شکست دی ہے۔ اور ان دائروں میں تو اُس نے ہم کو اور ہمارے ملک کو دین سے یکسر خالی کر دیا ہے بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ ہماری زندگی کے جن دائروں میں جتنا کچھ دین باقی رہ گیا ہے۔ انفرادی طور سے زہد و تقویٰ اور صلاح و خوبی کے جو بعض نمونے پائے جاتے ہیں اور دیوار پاکستان پر ابھی جتنا کچھ دھوپ باقی ہے۔ یہ محض ان خاکساروں اور خاک نشینوں کی سنی و بہت سے ہے۔ جو درحقیقت گرد و غبار کے اندر چھپے ہوئے مشہور ان میدانِ جہاد تھے۔ انگریزوں کے طویل عہد اقتدار میں انگریز جیسی قوم کے ساتھ طویل کشمکش اور نبرد آزمائی کے بعد یہ صرف اپنی گناہ نامور وں کا کام تھا۔ کہ انہوں نے کسی درجہ میں

سہی دین کو قتلے رکھا اور آخروں تک ہائے نہیں جانیں دیں
پھانسی کے تختوں پر چڑھے، اموال و املاک ٹوٹے، عزتیں گنوا
دیں۔ اپنوں اور غیروں کے طعنے سُنئے، بھوکے رہے، پیاسے رہے،
ہر جہلہ شکنی کو خذہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔ لیکن کسی حال
میں بھی ان علمائے حق نے اپنا نصب العین نہیں چھوڑا۔ تیل کے چراغوں
کی دھیمی روشنی میں قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے سینوں کو نور
ایمان سے ایسا منور کیا کہ تہذیب مغرب کی تیز سے تیز روشنی بھی
پھر ان کی نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکی۔ اور ایسے سخت جان نکلے کہ کسی
طرح مسئلے نہ سٹے، اور انگریز کو آخر کار بوریا بستر باندھ کر یہاں سے
رضعت ہونا پڑا۔

مگر نہایت افسوس

کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حالات کا چکر کچھ ایسا چل گیا۔ کہ آزادی
کا درخت جب بار آور ہوا اور کچھ پھل دینے لگا تو اس پر وہ لوگ
قابلین ہو گئے جن کا دین کے ساتھ اور اسلامی علوم کے ساتھ کوئی
قلبی لگاؤ نہیں۔ آج جو لوگ ملک کے در و بستہ کے خمار اور ہاری
قسمتوں کے مالک بنے ہیں۔ ان کو جب خود دین سے حقیقی لگاؤ نہیں
اور وہ محض تہذیب و تمدن کے دلدادہ ہیں تو ان کو دینی تعلیم و تربیت
دینی درس گاہوں، مساجد و کتابوں اور علمی اداروں سے کیا چسپی
ہو سکتی ہے۔ اس لئے پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان عربی مدرسوں کی
کس پرستی اور علوم قرآن و حدیث کی طرف بے توجہی اسی طرح ہے جس
طرح انگریزی اقتدار کے دور میں تھی۔ بلکہ شاید یہ بھی مبالغہ نہ ہو کہ
اس نظام تعلیم کو ناکام بنانے کے لئے موجودہ حالات میں عواقب و
موثر اس دور سے کچھ بڑھ کریں۔ مختلف طریقوں سے یہی تدبیریں
اختیار کی جاتی ہیں اور تعلیمی پابندیوں اور پالیسیوں کی ایسی آندھیا

چلائی جاتی ہیں کہ یہ ٹھٹھاتے ہوئے چراغ خود بخود بجھ جائیں۔ اور یہ
مدارس و مکاتب حوادث روزگار کا شکار ہو کر خود بخود مفضل
ہوتے چلے جائیں اور یہ سلسلہ ہی ختم ہو۔ اب تک تو حالت یہ تھی
کہ غریب طبقہ کے بچے ان مدارس میں دین سیکھنے کے لئے آتے، ان
کے کھانے، کپڑے وغیرہ ضروریات کی کفالت مدرسہ کی طرف سے ہوتی
تھی اور اس بارہ و شاکر طبیعت کے مدرسین روکھی سوکھی پر گزارا کرنے
کے لئے معمولی کی تنخواہ پر ان مدارس میں ان غریب طلبہ کو پڑھاتے
عرض غریب اور متوسط طبقہ کے مسلمان کا شکار اور ذابہر چندہ کر کے
طلبہ اور مدرسین کے باخراہ پورا کر دیتے تھے۔ ہر طرح کے معاشی
دعوتوں سے آزاد ہو کر نئی ذہن کے ساتھ پڑھنے والے پڑھتے
اور پڑھانے والے پڑھاتے۔ اور دین کا علم حاصل کر کے یہ نوجوان
بقدر کفالت و ذلیلہ پر کوئی دینی خدمت سرانجام دیتے۔ اور پوری
دلچسپی کے ساتھ اپنی ساری زندگی دین کی تبلیغ و اشاعت، تعلیم و
تدریس، وعظ و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں گزار دیتے۔
اور اس طرح ایک چھوٹے سے مدرسہ کے ذریعہ واسطہ در واسطہ
سلسلہ سلسلہ پورے ملک میں قرآن و حدیث کی روشنی پھیلتی رہتی تھی
لیکن موجودہ پاکستانی دور میں ملک کا جو معاشی نظام ہے
اس نے غریبوں کو بھی غجور کر دیلے کہ وہ اب اپنے بچے کو کسی مدرسہ
میں پڑھانے کے لئے داخل کرنے کی بجائے یہ سوچتا ہے۔ کہ اس کا بچہ
بالن ہوتے ہی کہیں ملازم ہو جائے تاکہ اپنا پیٹ بھی پال سکے اور
والدین کا بوجھ بھی ہلکا کر سکے کیونکہ اخراجات کی فراوانی غریب والد
کی کمر توڑ رہی ہے۔ اور وہ فوری طور پر آمدنی کے کسی ذریعہ کی تلاش
میں ہوتا ہے۔ کھاتے پیتے لوگوں کے بچے نہ تو پہلے ان مدارس میں آتے
تھے اور نہ اب قریب ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں تو دینی تعلیم شجر ممنوعہ
کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور غریبوں کے بچوں کے داخل ہونے کا سبیل
یوں بند ہو گئی۔ نیز ماحول ایسا بنا گیا ہے کہ ہر شخص اس بات پر مجبور
ہو رہا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں مستقبل کی سوچتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ کون

دائے بچوں میں سے کسی کی پیشانی اور چہرے مہرے کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی "انور شاہ" کوئی "حسین احمد" کوئی "شبیر احمد" اور کوئی "کفایت اللہ" بھی ان میں موجود ہے یا کم از کم ان کے نقش قدم پر چلنے کی توقع ہو سکتی ہے۔

آج کل عام نعرہ ہے کہ میاں زندگی کو بلند کر دیا جائے۔ اس میاں زندگی کو بلند کرنے کی آفت نے عام طور سے بے شمار آفتیں پھیلا دی ہیں۔ جب میاں زندگی بلند ہو، غیر ضروری چیزوں کو بھی معاشرہ میں ضروریات زندگی کا درجہ حاصل ہو جائے۔ اور آمدنی کی صورت موجود نہ ہو تو اس کا نتیجہ ایک مستقل پریشانی اور وقت کی قلبی بے چینی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ماحول کے اثرات کی وجہ سے مدارس عربیہ کے طلبہ اور مدرسین کا میاں زندگی بھی لازماً بلند ہونا ہے۔ خواہ وہ بلندی پھر بھی دوسروں کے اعتبار سے پستی میں شمار کی جاسکتی ہو۔ اور اس بلند میاں کے لئے آمدنی کی کوئی صورت موجود نہیں۔ بڑے بڑے زمینداروں کا جائیداد کا رخانہ داروں، امیروں، ذریعوں اعلیٰ افسروں نے نہ پہلے کبھی ان مدارس کی امداد و اعانت کی ہے نہ اب کر رہے ہیں (واللہ اعلم بالصواب) نہ ان سے کسی طرح یہ توقع کی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا تصور زندگی کچھ اس قسم کا ہے کہ اس میں یقیناً کسی دینی مدرسہ کو ایک پیسہ دینے کی بھی گنجائش نہیں نکال سکتی۔ ایک اقدہ یاد آیا اُس کو سپردِ قلم کئے بغیر آگے گزرنا مناسب نہیں۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ایک دینی مدرسہ کی طرف سے چندہ جمع کر نیوالا ایک نمائندہ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے کارخانہ دار کی خدمت میں امداد و اعانت کے لئے حاضر ہوا۔ اور بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے مدرسہ کی اہمیت اور دینی ضرورت واضح کر کے امداد کی درخواست کی۔ انہوں نے اس تمام تفصیل کے جواب میں ایک مختصر سا جملہ کہہ کر معاملہ ہی ختم کر دیا۔ کہ "میرے ہاں اس کام کے لئے کوئی مدد نہیں" اور یہ اس نے بالکل سچ کہا۔ کہ ہمارے ادبچے طبقہ کے ہاں دینی مدارس اور قرآن و حدیث کی تعلیم کے لئے کوئی مدد نہیں۔ اس لئے آخر کس کھاتہ میں درج کر کے کچھ دیں۔

طریق کار ایسا ہے جس سے مستقبل روشن ہوتا ہے۔ اور کون ایسا ہے جس سے مستقبل تاریک ہوتا ہے۔ اور مستقبل سے مراد بھی مستقبل بعید نہیں جس سے مراد ایک مسلمان کے عقیدے میں آخرت اور دوسرا جہان ہے اور جو بالکل یقینی مستقبل ہے۔ اور اس کے روشن اور تاریک ہونے کا تصور کچھ اور انداز سے ہے۔ بلکہ اس سے مراد مستقبل قریب ہے۔ یعنی دنیا ہی میں زندگی کے آنے والے دن جو بالکل مشکوک درجہ میں ہیں کوئی پتہ نہیں کہ یہ مستقبل کس کے نصیب میں ہے اور کس کے نصیب میں نہیں۔ چہ جائیکہ ابھی سے اُس کے روشن و تاریک ہونے کے تصورات میں آدمی غرق ہو جائے۔ انراض گرد و پیش کے حالات نے غریب طبقے کا بھی یہ ذہن بنا دیا ہے کہ بچہ یا تو وہ کام کرے جس سے فوری آمدنی ہو اور گھڑا چلے یا پھر ایسا کام جس سے مستقبل قریب روشن ہو۔ اور روشنی اور تاریکی کا جو تصور ہے اس کے مطابق تو آج کل عربی مدارس میں پڑھنے کا نتیجہ "پڑھے فارسی اور نیچے تیل" والی بات ہے۔ یعنی مالی اور مادی اعتبار سے انسانی دماغ کا عام فیصلہ یہ ہے کہ مستقبل تاریک ہے اگرچہ ہمارا یقین ہے کہ یہ سب غلط مفروضات اور الشیطان بید کہہ الفسق کا منہول ہے) بہر حال عربی مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد تو ان وجوہات سے دن بدن گھٹتی چلی جا رہی ہے دوسری طرف بالکل اسی ماحول کے مادی اثرات کے غلبہ و تسلط کی وجہ سے پڑھانے والے مدرسین کا ذہن بھی پورے طور پر فارغ نہیں۔ ضروریات زندگی کی فراوانی، گراں بہائی اور معیارِ عزت و ذلت کی تبدیلی، اور اس قسم کی دوسری وجوہات کی بنا پر عربی مدارس کی عقل تنخواہ اُن کے لئے کفایت نہیں کرتی اور وہ اطمینان و دل جمعی کے ساتھ بہر تن تعلیم و تدریس کی طرف متوجہ ہو کر پڑھا نہیں سکتے۔ دقیق علمی مسائل کے سمجھنے اور طلبہ کو رموز و نکات ذہن نشین کرنے کے وقت بھی اُن کا ذہن مختلف تصورات و افکار کی آماجگاہ بنا ہوتا ہے۔ اور انہیں محض علمی کام کے لئے یکسر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ دن بدن علمی انحطاط رونما ہے۔ اور ان مدارس علمی کی گود میں پلٹنے

رہا ہے۔ حکومت سے تواب توقع نہیں رہی کہ وہ کسی صورت میں اس معاملہ کی طرف متوجہ ہو۔ ارکانِ حکومت کو نہ تو اس کام سے دلچسپی ہے اور نہ ان کو اپنے اٹھا رکھنے سے فرصت مل سکتی ہے۔ اس لئے عام مسلمانوں کو اب بھی ”دورِ غلامی“ کی طرح سمجھنا چاہئے کہ یہ کام بھی انہیں سنبھال کر چلانا ہے۔ جتنا کچھ کام مختلف شہروں اور قصبوں میں ہو رہا ہے۔ یہ بہت کم اور اصل ضرورت کا عشرِ عشر بھی نہیں۔ اور سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ طلبہ میں جو بے شوقی پیدا ہو رہی ہے اور مدرسین جو دلچسپی کے ساتھ کام نہیں کر سکتے ہیں اس کے اسباب و دوائی کا پتہ لگایا جائے اور ان کے ازالہ کی کوششیں کی جائیں۔ نصابِ تعلیم، طرزِ تعلیم وغیرہ امد میں بھی حالاتِ زمانہ کے مطابق کسی قدر تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو بھی زیرِ غور لا کر حل کر دیا جائے۔ ہماری یہ درخواست طبقہِ علما سے بھی ہے اور طلبہ سے بھی، مشائخِ طریقت سے بھی ہے اور دوسرے رہنما یں قوم سے بھی۔ اہلِ ثروت اصحابِ نیر سے بھی ہے اور غریب طبقہ کے نیک دل مسلمانوں سے بھی وہ سب مل کر باہم مشترکہ طور سے سوچیں اور کوئی مناسب حل تلاش کریں۔

ان اہلِ الاصلاح ما استطعت

اعتماد

ووٹوں کی فہرستیں لکھی جا رہی ہیں۔ اس لئے تمام کاتب اس کام میں مصروف ہیں۔ ہم بڑی مشکل سے اس دفعہ صرف تین کاپیوں کی کتابت کرا سکے۔ لہذا یہ پرچہ آپ کی خدمت میں صرف ۲۴ صفحے کا پہنچ رہا ہے۔ یہ کمی اگلے پرچے میں پوری کی جائے گی۔ اور مئی کا پرچہ انشاء اللہ تقابلی چالیس صفحے کا ہو گا۔ قارئینِ کرام اس عذر کی بنا پر اس دفعہ کی کمی معاف فرمائیں۔

مینجر

غریب اور متوسط طبقہ کے مسلمانوں میں بھی وہ جذبہٴ انفاق باقی نہیں رہا جو پہلے زمانے میں تھا۔ ان کی نگاہوں میں بھی ان مدارس کی اہمیت کچھ کم ہوئی ہے۔ اور مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر ان کی دلچسپی بھی اب ویسی نہیں رہی جیسی کہ ”آزادی“ سے قبل غلامی کے دور میں تھی اور پھر جو غریب اسی جذبہ کے مطابق دینا چاہتے بھی ہیں ان کے پاس دینے کے لئے کچھ ہے نہیں۔ موجودہ معاشی نظام کے نتیجہ میں خود ان کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔ تو وہ کسی مدرسہ کی امداد کیا کریں گے۔ اور متوسط تاجر طبقہ ہمیشہ سے امداد کر رہا ہے اور اب بھی کرنا چاہتا ہے لیکن مختلف قسم کے ٹیکسوں کے بوجھ سے یہ تاجر بھی اس قدر نڈھال ہو چکے ہیں کہ کھلے ہاتھوں امداد نہیں کر سکتے۔ ان فرض مختلف قسم کے داخلی، خارجی اسباب لیے پیدا ہو چکے ہیں کہ ماحول کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے طلبہ و مدرسین کو سامانِ زندگی مہیا نہیں۔ جب ساری فضا اس قسم کی ہو گئی ہو کہ اسبابِ ظاہری کے بغیر کوئی کام چل نہ سکتا ہو تو آخر یہ لوگ بھی اسی مادی عالم میں رہتے اور انہی فضاؤں میں سانس لیتے ہیں۔ اس لئے (اگرچہ ہونا تو نہیں چاہئے تھا) وہ بھی حالات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور جب نہ ”حالِ روشن“ ہے اور نہ ”مستقبلِ قریب روشن“ تو علمی انہماکِ استغراق سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ ہر وقت ایک ہی کشمکش برپا ہوتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہو رہا ہے کہ جس طرح (دکھ) تعداد کے اعتبار سے طلبہ کا فرق پڑ گیا ہے کیفیت یعنی علمی حالت و استعداد کے بالے میں بھی بہت بڑا فرق نمایاں ہو رہا ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کے تمام طبقات کے لئے اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ علمِ دین اور اس کی تحصیل کے لئے دینی درس گاہوں اور تعلیمی اداروں کی اہمیت محتاجِ بیاں نہیں۔ اور موجودہ حالات میں تو ان کی ضرورت و اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ لیکن اس قدر ضروری اور اہم چیز سے تغافل برتنا جا

ماہ مبارک کا استقبال

مولانا محمد منظور نعمانی لکھنؤی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جاءت رحمة ربنا بالحق - صلوات الله تعالى عليهم وعلى ائمة آلهم باحسان الى يوم الدين

حضرات! اللہ کی رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ رمضان قریب سب سے بگڑ گیا آپ کا ہے۔ اگرچہ ہم جیسے عوام کی آنکھیں اس مبارک مہینہ میں اور دوسرے گیارہ مہینوں میں کوئی خاص فرق نہیں دیکھتیں بلکہ ظاہری نظر میں رمضان کے دن اور رات بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت رمضان اور دوسرے مہینوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اتنا بڑا فرق کہ اگر وہ ہم پر کھل جائے، تو رمضان کی آمد پر کچھ اس قسم کی خوشی اور مسرت ہونا کہ جیسی کہ پانی کے جانوروں کو سخت قحط اور خشکی کے بعد بارش کا موسم شروع ہونے سے ہوتی ہوگی۔ یا شاعروں کی زبان میں جیسی خوشی بلبل کو فصل بہار آنے پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان مبارک کا بڑے اشتیاق کے ساتھ انتظار رہتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب آپ رجب کا چاند دیکھتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ "اللهم بارک لنا فی رجبنا وشعبان وبلغنا رمضان" (اے اللہ ہم کو رجب اور شعبان کو ہمارے واسطے مبارک کر اور رمضان تک ہمیں پہنچا دے)۔ اور جب شعبان شروع ہوتا تو آپ کثرت سے روزے رکھنے شروع کر دیتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کے علاوہ سب مہینوں سے زیادہ روزے آپ شعبان میں رکھتے تھے۔ بلکہ کبھی کبھی تو پورا مہینہ

گو یا روزوں ہی میں گزر جاتا تھا۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ روزے رمضان ہی کے اشتیاق میں اور اسی کی تیاری کے لئے اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کے استقبال کے واسطے ہوتے تھے۔

پھر جب رمضان بالکل قریب آتا تو آپ اس کی فضیلتوں اور برکتوں پر متعلق غلبے دیتے۔ اور صحابہ کرام کو اس کی قدر دانی اور اس کی رحمتوں کے لئے تیار کر دیتے۔ ہمارے خوش قسمتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلے کے بعض غلبے حدیث کی کتابوں میں بھی محفوظ ہو گئے ہیں اگر ہم میں طلب اور عزم و توفیق ان خطبات نبوی کی رہنمائی میں رمضان مبارک کی وہ جمعیں اور برکتیں کسی درجہ میں ہم بھی ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔ جو ان خطبوں کے براہ راست سُننے والے صحابہ کرام حاصل کرتے تھے۔

اس سلسلہ کا سب سے بڑا اور مفصل خطبہ تو وہ ہے جس کو حضرت سلمان فارسی کی روایت سے بیہقی وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے اور وہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ حضرت سلمانؓ راوی ہیں کہ ایک دفعہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا،

ایھا الناس قد اظلمکم شہر لے لوگو! ایک بڑی غفلتوں اور برکتوں عظیم شہر مبارک شہر فیہ والا مہینہ تم پر سایہ انگن ہو رہا ہے۔ لیلۃ خلیفۃ الف شہر اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

حضورؐ کے اسی ارشاد سے معلوم ہوا کہ شب قدر عموماً رمضان ہی میں ہوتی ہے۔ اور شب قدر کی یہ فضیلت کہ وہ ہزار مہینوں سے

بہتر ہے" (خیر من الف شھر) ان ہی لغظوں میں قرآن پاک میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

جعل اللہ صیامہ فریضۃ اللہ تعالیٰ نے اس پورے مہینہ کے وقایم لیلہ تطوعاً من روزے فرض کئے ہیں اور اس کی تقرب فیہ بخصیۃ من راتوں کی نماز (تراویح) کو کار خصال الخیر کان کمین ثواب قرار دیا ہے (یعنی اس کو ادی فریضۃ فیما سواہ فرض تو نہیں کیا ہے لیکن اس میں بڑا ومن ادی فیہ فریضۃ ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ کان کمین ادی سبعین میں اللہ کی کوئی غیر فرضی عبادت فریضۃ فیما سواہ کرے (یعنی سنت یا نفل ادا کرے)

اس کو دوسرے زمانہ کی فرض عبادت کی برابر اس کا ثواب ملیگا۔ اور جو شخص اسی مہینہ میں فرض عبادت ادا کرے گا اس کا ثواب دوسرے مہینوں کے اسی جنس کے ستر فرضوں کے برابر ہوگا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ یونہی سن کر گزر جانے کے نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم ان پر دھیان کریں۔ اور ان میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔ اپنے دل و دماغ میں اس کا یقین بٹھائیں آپ کے اس ارشاد کا مطلب واضح ہے۔ اس میں خاص طور سے ہم جیسے دین کے مفلسوں کے لئے بڑی بشارت ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ رمضان میں تمام عبادات اور اعمال صالحہ کا اجر و ثواب بہت بڑھا دیا جاتا ہے۔ نوافل کا ثواب فضول کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ اور فرائض کا ثواب ستر گنا بڑھا

دیا جاتا ہے مثلاً رمضان میں فجر کی جمعہ کو کھیتیں پڑھی جائیں گی ان کا ثواب غیر رمضان کی دو رکعتوں سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ گویا ایک سو چالیس رکعت کے برابر ہوگا۔ علیٰ ہذا زکوٰۃ کے جو دس روپے مثلاً رمضان میں لگائے جائیں گے ان کا ثواب دوسرے زمانے کے سات سو روپے کے برابر ہوگا۔ اور اسی طرح نفعی عبادات جن کا ثواب فرض عبادات کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے۔ رمضان مبارک میں ان کا ثواب بڑھا کر فرضوں کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ پس ہم جیسے کم ہمت لوگ جو اللہ کے خاص عبادت گزار بندوں کی طرح ہمیشہ زیادہ عبادتیں نہیں کر سکتے ان کے لئے یہ ماہ مبارک خاص رحمت کا موسم ہے۔ اگر اس ایک مہینہ کے لئے وہ بہت کی کرکس لیں تو بھی بہت کچھ کمائی کر سکتے ہیں اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا۔

ہو شھر الصبر والصبر یہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثوابہ الجنة و شھر بدلہ پس جنت ہے۔ اور یہ ہمدردی المواساة و شھر یزاد فیہ اور غمخواری کا مہینہ ہے۔ اور یہ وہ رزق المومن مہینہ ہے جس میں ایمان والوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

ان جملوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کو صبر کا ہمدردی و غمخواری کا اور رزق میں زیادتی کا مہینہ بتلایا ہے۔ صبر اس کا نام ہے کہ آدمی کسی اعلیٰ مقصد کی خاطر اس چیز کو برداشت کرے جس میں اس کو تکلیف ہو اور جو اس کی طبیعت کو ناگوار ہو۔ یہ انسان کی بہت اونچی صفاتوں میں سے ہے۔ اور بڑی زبردست طاقت ہے اور دین میں اور اللہ کی نگاہ میں اس کی بڑی فضیلت ہے۔ کہیں فرمایا گیا ہے اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ صبر والوں کے

لے زکوٰۃ نکالنے والوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ حساب لگا کر اپنے پُترے مال کی زکوٰۃ رمضان میں نکال لیا کریں۔ پھر اس کے صرف کے لئے جو مناسب موقعے رمضان میں سامنے آئیں ان میں صرف کریں۔ اور جو باقی بچ جائے اس کو محفوظ رکھیں۔ اور جب موقع دوسرے مہینوں میں صرف کریں۔ انشاء اللہ اس کی پوری زکوٰۃ رمضان ہی کے حساب میں شمار ہوگی۔ ۱۲

ساتھ ہے کہیں فرمایا گیا ہے ”اللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ“ اللہ تعالیٰ صبر والوں سے محبت کرتا ہے اور اسی خطبہ میں فرمایا گیا ہے کہ صبر کا بدلہ جنت ہے۔ بہر حال صبر انسان کے اُدُنے کلمات میں سے ہے اور رمضان میں اسی صبر کی مشق ہے۔ بندہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی رضا کے لئے کھانے پینے سے اور نفسانی خواہش سے پورے ایک مہینہ کے دنوں میں اپنے آپ کو روک کر صبر کا عمل کرتا ہے اور صبر کی صفت اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے واسطے جنت کی بشارت ہے۔ اور ماہ رمضان کے ”ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ“ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس مہینہ میں ہر روزہ دار کو بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف کا تجربہ ہوتا ہے۔ تو ان کو اس کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن بندوں کو ناداری کی وجہ سے فاقہ ہوتے ہیں اور جو بیچارے افلاس اور غربت کی وجہ سے دودھ و چار چار وقت بھوک کے ساتھ گزارتے ہیں ان پر کسی گزرتی ہوگی۔ اور یہ احساس ان میں ہمدردی و غمخواری کے جذبے کو پیدا کرتا ہے۔ اور ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رمضان میں اہل ایمان کو ہمدردی اور غمخواری کی خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے۔ گویا رمضان مبارک کے خاص اعمال خیر میں سے یہ بھی ہے۔

اور رحمت کے اس مہینہ میں ایمان والوں کے رزق میں پستی اور برکت کا جو ذکر فرمایا گیا ہے ہر صاحب ایمان اس کی شہادت دے سکتا ہے کہ یہ اس کا ہمیشہ کا تجربہ ہے، اللہ کے مومن بندوں کو رمضان مبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے رزق ملتا ہے، یقیناً بقیہ گیارہ مہینوں میں وہ بات نصیب نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

من فطريه صائماً كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبة من النار وكان له مثل اجره
اس مہینہ میں جو شخص کسی روزہ دار کو انظار کرے تو یہ اس کیلئے گناہوں کی مغفرت کا اور آتش و دوزخ سے اس کی آزادی کا ذریعہ

من غير ان يتقص برهوكا اور اس کو اس روزہ دار کے من اجر کا شئی برابر ثواب ہوگا۔ بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ روزہ افطار کرنے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب اپنے خاص خزانہ فضل سے دے گا۔ روزہ دار کے ثواب میں سے نہیں دیا جائے گا۔ کہ اس میں کوئی کمی لائے۔ اس خطبہ کے راوی حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے روزہ افطار کرنے والے کا یہ ثواب عظیم بیان فرما دیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا۔

يا رسول الله ليس كلنا حضور! ہم میں سب تو ایسے نہیں ہیں جتنا ما نفطر به الصائمین میں جتنے روزہ افطار کرنے کی کوئی خاص چیز میسر ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

بيدئ الله هذا الثواب من فطر صائماً على مذقة لبن او تمر او شربة من ماء
اللہ تعالیٰ اسی ثواب (یعنی روزہ دار کے برابر ثواب) اس شخص کو بھی دیگا جو کسی روزہ دار کو دودھ کی تھوڑی سی ٹی سے یا کھجور کے ایک دانہ سی یا پانی سے ایک گھوٹ سی سے افطار کرے۔

اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔

ومن اشبع صائماً سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة
اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا دے اللہ تعالیٰ شربتِ حوضی سے اس کو میرے حوض کوثر سے ایسا سیراب فرمائیں گے کہ پھر جنت میں جانے تک اس کو پیاس نہ لگے گی۔

ہمارے زمانہ کے بعض لوگ جب کسی حدیث میں کسی ایسے عمل پر جس کو دُعا معمولی اور آسان سمجھتے ہیں کسی بڑے ثواب کا وعدہ دیکھتے

ہو سکتے ہیں ایک وہ ابراہار اور علماء اور اولیاء اللہ جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے اور مسلسل توبہ و استغفار کی وجہ سے گناہوں کی ناپاکی سے صاف رہتے ہیں تو ان حضرات پر تو شروع مہینہ ہی سے بلکہ رمضان کی پہلی رات ہی سے رحمت اور انعام کی بارشیں ہونے لگتی ہیں۔ دوسرا طبقہ ان بندوں کا ہے جو معمولی اور ہلکے درجے کے گناہگار ہوتے ہیں تو یہ لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصہ میں روزوں کے اور دوسرے اعمالِ حسنہ کے ذریعہ اپنے گناہوں کی کچھ تلافی کر دیتے ہیں اور اپنی حالت کو درست کر لیتے ہیں تو درمیانی حصہ میں ان کو معافی دے دی جاتی ہے۔ اور ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کے گناہ اس دوسرے طبقہ والوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور جن کا دینی حال ان سے زیادہ خراب ہوتا ہے اور وہ گویا اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق بن چکے ہوتے ہیں تو اس طبقہ والے بھی جب رمضان کے ابتدائی اور درمیانی حصہ میں روزے رکھ کے اور دوسرے اچھے اعمال کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ تلافی کر لیتے ہیں اور اللہ کے سامنے روتے دھوتے ہیں تو ان کو بھی جہنم سے آزادی دے دی جاتی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ پہلی قسم کے مستحقین رحمت کے لئے تو رحمت کا دور دورہ شروع مہینہ ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور درمیانی حصہ میں دوم درجہ والوں کی بھی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور آخر میں ان لوگوں پر بھی کرم کیا جاتا ہے جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم کی فہرست پر چڑھ چکے ہیں۔ تو رمضان کے آخری حصہ میں ان کو بھی جہنم سے چھٹی دے دی جاتی ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

من خفف فیہ عن
مملوکہ غفر اللہ لہ
واعتقہ من النار
جو کوئی اس مہینہ میں اپنے ملوک یا
(ماعت) کے کام میں تخفیف کر دیکھا
اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیکھا۔ اور اس
کو جہنم سے آزادی دے گا۔

یہ خطبہ مشکوٰۃ شریف میں امام بیہقی کی شُعبُ الایمان کے

ہیں تو انہیں اس کے بارے میں مشکوک اور شبہات ہوتے ہیں۔ یہ مشکوک دراصل ابتدائی کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کی دستوں کو نہ جانے کی وجہ سے ہوتے ہیں مَا قَدَرُ اللہُ حَقَّ رَحْمَہٗ اَصْلًا بات یہ ہے کہ اعمال کے اخروی نتائج یعنی ثواب اور عذاب کی مقدار اور اس کی تفصیلات کے بارے میں انسانی ذہن بالکل عاجز ہے۔

بَلِ اَدَا لَکَ عَلَیْہُمْ فِی الْاٰخِرَةِ (آخرت کے بارے میں سب کا علم عاجز ہے) بلکہ اللہ و رسول جو کچھ فرمائیں ہمارا کام بس اس پر ایمان لانا ہے۔ ہاں ثبوت مستند طریقے سے ہونا چاہئے۔ ورنہ اگر ہم ان چیزوں میں بھی اپنی بیاہ عقلوں اور اپنے ماؤن ذہنوں کو معیار بنائیں گے تو دین کی بہت سی بُنیادی اور مسلم حقیقتیں ہمارے نزدیک مشکوک اور مشتبہ ہو جائیں گی۔ مثلاً ایمان کے نتیجے میں ہمیشہ اور ابداً لا باءِ دہم جنت میں عیش کرنا اور کفر و شرک کے نتیجے میں ہمیشہ و دوزخ میں جہنم و حقیقت ہے جس کو قرآن مجید نے سینکڑوں جگہ بیان فرمایا ہے۔ لیکن کتنے احمق اور یورپ زدہ لوگ ہیں جن کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ایمان اور کفر کے انجام میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے۔ بہر حال جس عمل کا جو ثواب یا عذاب صحیح اور مستند طریقے سے معلوم ہو جائے ہیں اس پر یقین کر کے اس ثواب کے حاصل کرنے یا اس عذاب سے بچنے کی فکر کرنا چاہئے۔ ایمانی طریقہ کار یہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو افطار کرنے اور کھانا کھلانے کا یہ ثواب بیان فرمایا کہ اگر ارشاد فرمایا۔

دھو شہم اولہ رحمتہ
واسطہ مغفرتہ و
اخراہ عتق من النار
اس مہینہ کا (یعنی رمضان کا)
پہلا حصہ رحمت کا ہے درمیانی
حصہ مغفرت کا ہے۔ اور آخری
حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔

اس حدیث کی تشریح کرنے والے ہمارے خطبہ کے اس جز کے کئی مطلب بیان کئے ہیں۔ ان میں جو سب سے زیادہ میرے دل کو لگتا ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کی برکتوں میں حصہ لینے والے آدمی تین طرح کے

تہجد پڑھتے ان کا آقا و مولا خود دیکھتا ہے۔ اور ان کی طرف اشارہ کر کے اپنے درباری فرشتوں سے کہتا ہے کہ دیکھتے ہو یہ ہماری رضا کے لئے کیا کیا کر رہے ہیں۔ ع
کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔

خارو اللہ من افضلہ

خیراً فان الشقی پس لے لوگو ان مبارک فلوں میں
من حرم فیہ اللہ پاک کو اپنی نیکیاں ہی دکھاؤ۔
رحمتہ اللہ عزوجل (یعنی عبادات و حسنات کثرت سے
کرو۔) بلاشبہ وہ شخص جس پر اللہ نصیب
ہے جو رحمتوں کے اس مہینہ میں بھی
اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔

حضرات! اگرچہ ہم نے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا مبارک زمانہ نہیں پایا اور اس لئے حضور کے یہ خطبے آپ کی
زبان مبارک سے ہم نے نہیں سنے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم اور آپ، بلکہ
قیامت تک آنے والے سارے مسلمان ان خطبوں کے اسی طرح مخاطب
ہیں جس طرح کہ صحابہ کرام تھے۔ اور آپ کے خطبات کے متعلق ہمیں یہی
تصور کرنا چاہیے کہ گویا آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور ہم سُن رہے
ہیں۔ انشاء اللہ اس تصور سے عمل کے شوق و ذوق میں ترقی ہوگی۔
شکوہ شریف یہی میں ایک اور حدیث ہے جس میں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی فضیلتیں اور اس کی برکتیں بیان
فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رمضان کی ہر رات میں اللہ کا منادی
پکارتا ہے۔

یا مباحی الخیر لے نیکی اور ثواب کے طالب قدم
اقبل و یا مباحی بڑھاکے۔ اور بدی کے شائق
الشر اقصا! رُک اور باز رہ۔

میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میں رمضان کی ہر رات میں

حوالے سے بس اتنا ہی ہے مگر مندری کی "ترغیب ترہیب" میں اس
پر ایک جُز کا اضافہ ہے۔ اس میں ہے کہ اس خطبہ میں آپ نے
صحابہ کرام سے یہ بھی فرمایا کہ رمضان کے اس مہینہ میں تم چار چیزوں
کی خصوصیت کے ساتھ کثرت کرو۔ ایک لا الہ الا اللہ کی کثرت رکھو۔
دوسرے استغفار کی کثرت کرو۔ اور تیسرے جنت کے سوال کی۔ اور
چوتھے دوزخ سے پناہ مانگنے کی کثرت کرو۔ یعنی اس مہینہ کے دن رات
میں ان چار شتوں کی کثرت رکھو۔

امام مندری کی "ترغیب ترہیب" میں رمضان ہی کے سلسلہ
کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور خطبہ بھی حضرت عبادہ بن
صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔
اس میں ہے کہ ایک دفعہ جب رمضان مبارک آیا تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا۔

اتاکم رمضان شہر لوگوہ رمضان آگیا۔ یہ بڑی
برکت تعیشنا کما اللہ برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ
فیہ فی نزل الرحمة اس میں اپنے خاص فضل و کرم سے
ویحط الخطایا وسیتجیب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور
فیہ الدعاء ینظر اللہ اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتے ہیں
تعالیٰ ائی تنافسکم خطائیں معاف کرتے ہیں اور عافیں
فیہ دیباہی بلکہ قبول فرماتے ہیں۔ اور اس مہینہ
مکاتحتہ میں طاعات و حسنات اور عبادات
کی طرف تمہاری رغبت اور
مابقت کو دیکھتے ہیں۔ اور مسرت
و محافرت کے ساتھ اپنے فرشتوں
کو بھی دکھاتے ہیں۔

اللہ اللہ! کیسے خوش نصیب ہیں وہ بندے جن کو روزہ کی
اور جو کہ پیاس کی حالت میں نماز پڑھتے یا تلاوت کرتے یا ذکر کرتے
یا رات کو ترویج میں رکوع و سجود اور قیام و تہجد کرتے یا پچھلے پہر

یہ دھیان کرنا چاہئے کہ اللہ کا منادی خیر کے طالبوں کو بلا رہا ہے اور بدی کے طالبوں کو ڈھٹا رہا ہے۔ اور پھر ہمیں لبیک کہہ کے دل کے ذوق و شوق کے ساتھ خیر کی طرف اور اللہ کی رحمت اور رضا کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ اور اس راہ میں براہِ ترقی اور تیز قدمی رکھنی چاہئے۔ دراصل رمضان کا ایک ایک منٹ بڑی قدر کے قابل ہے۔ اللہ کے جن بندوں کو رمضان کی عظمتوں اور برکتوں کا یقین نصیب ہو جاتا ہے ان کا حال اس مبارک مہینہ میں بالکل مختلف ہوتا ہے۔ وہ اس کے ایک ایک لمحہ کی بڑی قدر اور بڑی حفاظت فرماتے ہیں۔ ہمارے ایک مخدوم بزرگ کا دستور اور معمول تو یہ ہے کہ پورے رمضان کے مہینہ صرف اتنا آرام کرتے ہیں جو زندگی اور صحت کے لئے بالکل ناگزیر ہے۔ اور لوگوں سے ملنے اور بات چیت کرنے کے اوقات بھی بہت محدود کر دیتے ہیں۔ یعنی دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں سے روزانہ بہ مشکل بس آدھ گھنٹہ پورن گھنٹہ اس کے لئے دیتے ہیں۔ باقی تمام اوقات تلاوتِ قرآن اور نوافل و اذکار میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر ان کا پروگرام بھی بڑا عجیب اور بڑا دلچسپ ہے۔ پورے رمضان ان کا یہ معمول رہتا ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد ادا بین کی چھ رکعتوں میں تین پارسے پڑھتے ہیں پھر دوسری تین پارسے عشاء کے بعد تراویح میں پڑھتے ہیں۔ تراویح کے بعد چلے پیتے ہیں اور چائے کی یہ مجلس قریباً آدھ گھنٹہ پورن گھنٹہ تک رہتی ہے۔ (ان بزرگ کے یہاں رمضان بھر گفتگو اور ملاقات کا بس یہی وقت رہتا ہے۔) اس چائے سے فائز ہو کر پھر قرآن مجید لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ان ہی تین پاروں کی پورے غور و تدبر کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں۔ اور اس وقت بعض تفاسیر بھی سننے دیتی ہیں۔ اور غور طلب چیزوں کے لئے ان کی طرف رجوع بھی فرماتے ہیں۔ اس تلاوت اور مطالعہ سے فائز ہو کر تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس میں بھی دوسری تین پارسے پڑھتے ہیں۔ پس پوری رات یونہی گزر جاتی ہے۔ اس کے بعد نمازِ فجر سے اول وقت فائز ہو کر کچھ دیر کے لئے آرام فرماتے

ہیں۔ پھر اٹھ کر کچاشت کے نوافل پڑھتے ہیں۔ اور ان میں بھی دوسری تین پارسے پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد پھر ان ہی تین پاروں کی تلاوت فرماتے ہیں پھر ظہر کی سنتوں اور نفلوں میں دوسری تین پارسے پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد عصر تک ان ہی تین پاروں کی دودنہ اور ثلاث فرماتے ہیں۔ پھر عصر کے بعد کئی دوسرے حافظ کو دوسری تین پارسے سناتے ہیں۔ اس طرح دن رات میں دس دفعہ تین پاروں کا دور ہوتا ہے۔ اور ایک عشرہ میں قرآن مجید کے دس ختم ان بزرگ کے پورے ہو جاتے ہیں۔ پھر آخری عشرہ میں اس خیال سے کہ شاید ۲۹ رمضان کو رویت ہو جائے۔ بجائے تین تین پاروں کے سوا تین تین پارسے ہر دفعہ پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح آخری عشرہ کے ۹ ہی دن میں دس قرآن مجید ختم ہو کر انیسویں رمضان کو ان بزرگ کے تیس قرآن اس طرح پورے ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر ۲۹ رمضان کو رویت نہ ہوئی اور مہینہ پورے تیس دن کا ہوا۔ تو ۳۰ رمضان کو ایک قرآن مجید اور ختم ہو جاتا ہے۔ ان بزرگ کا برہنہ یہ ہے کہ یہی معمول ہے۔ اور دوسرے اذکار و تسبیحات اور دعواتِ صلوات اس کے علاوہ — بلکہ ان کے تو گھر کی مستورات کا بھی یہی حال ہے کہ گھر کا سارا کام کاج، بھارت و برتن، کھانا پکانا بھی خود کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ۲۰-۲۰ اور ۲۵-۲۵ پارسے روزانہ تلاوت بھی کرتی ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی پورا قرآن ختم کرتی ہیں۔

اور یہ تو میں نے اس نسل کے صرف ایک بزرگ کا ذکر کیا اور وہ بھی صرف اس لئے کیا کہ ان کا عجیب و غریب اردو دلچسپ پروگرام جو مجھے معلوم ہو گیا تھا وہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے شاید آپ میں سے کسی کے دل میں کئی وجہیں اس کی نقل اور تقلید کا شوق پیدا ہو جائے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ کے نیک بندوں کا یہ عام معمول ہے کہ رمضان مبارک میں وہ اپنے کو زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کے لئے اور اس کی راہ میں مجاہدہ کے لئے تیار کر لیتے ہیں۔ پھر جن کو تلاوتِ قرآن کا زیادہ ذوق رہتا ہے وہ اس مہینہ میں تلاوت زیادہ

گزاریں۔ جو اللہ کے ذکر و فکر کا ماحول ہو۔ طاعت و عبادت کا ماحول ہو۔ صلاح و تقویٰ کا ماحول ہو۔ تربیت و تہذیب کا اور مجاہدہ کا ماحول ہو۔ اور جو بھائی پورے مہینے کے لئے ایسا نہ کر سکیں۔ وہ کم سے کم ایک عشرہ کے لئے اور خاص طور سے آخری عشرہ کے لئے اگر کر سکیں تو ضرور کریں۔ انشاء اللہ ان کی دینی ترقیات کے لئے یہ چیز بہت مفید ہوگی۔ باقی وہ حضرات جو ایسے کاموں میں اور ایسے حالات میں ہیں کہ دوسرے مشغلوں سے وہ اپنے کو فارغ نہیں کر سکتے وہ کم سے کم اس کا فیصلہ ضرور کر لیں۔ کہ اس مہینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کاموں کے کرنے کی خصوصیت کے ساتھ ہدایت فرمائی ہے انشاء اللہ ان کو پورے اہتمام سے کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جن باتوں سے اس مبارک مہینہ میں پرہیز کرنے کی آپ نے خصوصیت کے ساتھ ہدایت فرمائی ہے۔ ان سے پوری طرح انشاء اللہ پرہیز کریں گے۔ اور اپنے کو زیادہ سے زیادہ ذکر و تلاوت اور طاعت و عبادت میں مشغول رکھیں گے۔

اس مہینہ کی خاص عبادتوں میں سب اہم تو روزہ ہے جو اسلام کا ایک رکن ہے۔ اسلام میں رمضان کے علاوہ کسی دن کا روزہ فرض نہیں۔ اور رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض ہیں۔ اور ان کی اتنی اہمیت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے ایک دن کا روزہ بھی چھوڑ دے گا وہ اگر ساری عمر نفل روزے رکھ کر اس کی تلافی کرنا چاہے گا تو نہ کر سکے گا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ حدیثوں میں رمضان کے روزوں کا جو اجماع و ثواب بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر جیسے انعامات کا وعدہ کیا ہے ان کے معلوم ہو جانے کے بعد شرعی مجبوریوں اور شرعی عذر کے بغیر وہی عزم و شخص روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ جسے اللہ و رسول کی باتوں کی اور اللہ کی رحمت کی کوئی پرواہ نہ ہو۔ جن حدیثوں میں روزہ کے اجماع و ثواب کا اور روزہ پر ملنے والے

کرتے ہیں۔ جن کو ذکر سے زیادہ مناسب ہوتی ہے وہ ذکر زیادہ کرتے ہیں جن کو نوافل میں زیادہ روحانی لذت ملتی ہے وہ نوافل زیادہ پڑھتے ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ نے دین کی خدمت اور دین کے لئے جدوجہد کا احساس زیادہ کر دیا ہے۔ اور جو اس عمل کو سب سے اونچا اور زیادہ کمائی والا عمل سمجھتے ہیں وہ رمضان میں اس کو زیادہ کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال رمضان کا یہ خاص حق ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے اور اللہ کے تمام صالح اور مقبول بندوں کا یہ طریقہ ہے کہ رمضان میں اپنے کو عبادات اور طاعات کے لئے زیادہ سے زیادہ فارغ کر لیا جائے۔ اور اس مبارک مہینہ میں اللہ کی رضا اور رحمت حاصل کرنے کے لئے اور اپنی دینی ترقی کے لئے جو جدوجہد کی جاسکے۔ اس میں کسر نہ رکھی جائے۔ بعض اہل ادراک بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا رمضان میں جو دینی حال رہتا ہے۔ اسی نسبت سے باقی پورے سال میں اس کا حال رہتا ہے۔

تو مجھے آپ سے یہی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینہ کی شکل میں ہمیں جو ایک نعمت عظمیٰ نصیب فرمائی ہے (کہ اس ایک مہینہ میں ہم برسوں کی کمائی انشاء اللہ کر سکتے ہیں) ہم اس کی قدر کریں۔ دوسرے کاموں سے ہم اپنے کو زیادہ سے زیادہ ہلکا کریں۔ اور اس پورے مہینہ کا ایسا پروگرام بنائیں جس میں اللہ کا ذکر و فکر، اللہ کی طاعت و عبادت اور اللہ کے لئے مجاہدہ زیادہ سے زیادہ ہو۔ اگر سال میں یہ ایک مہینہ خاص اہتمام سے اس طرح گزار دیا جائے کہ جس طرح اس کے گزارنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت فرماتے تھے۔ تو اپنی اصطلاح کے لئے اور اللہ سے تعلق بڑھنے کے لئے اور تقویٰ کی صفت پیدا ہونے کے لئے اس ایک مہینہ کا محنت و مجاہدہ انشاء اللہ اچھی خاصی حد تک کافی ہوگا۔ جو لوگ اپنے کو اس ایک مہینہ کیلئے دوسرے کاموں سے فارغ کر سکیں۔ ان کے لئے تو سب سے بہتر یہ ہے۔ کہ وہ یہ پورا مہینہ اللہ کے کسی خاص بندہ کی صحبت میں اور کسی ایسے ماحول میں جا کر

انعام کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے پہلے ایک حدیث قدسی کا ذکر کرتا ہوں۔ حدیث قدسی ایک خاص اصطلاح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی حدیث میں صراحتاً یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے تو اس کو "حدیث قدسی" کہتے ہیں۔ توجہ حدیث میں روزہ کے متعلق ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ اسی قسم کی حدیث ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی تمام کتابوں میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کو اپنے تمام اچھے اعمال کا ثواب دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملنے والا ہے۔ (یعنی

اللہ تعالیٰ نے اس اُمت مرحومہ کے لئے عام قانون اپنے کرم سے یہ مقرر فرمایا ہے کہ اس کی ہر نیکی کا ثواب برائیت پہلی اُمتوں کے کم از کم دس گنا زیادہ دیا جائے گا۔ اور جن لوگوں کی نیکیاں زیادہ جائداد، زیادہ رُوح والی اور احسان کی صفت کے ساتھ اور خوفِ محبت کی خاص کیفیات کے ساتھ ہوں گی تو ان کا ثواب اور بھی زیادہ ہوگا۔ یہاں کہ بعضوں کو سو گنا اور بعضوں کو دوسو گنا اور بعضوں

کو ان کی کیفیات اور خصوصیات کے موافق اس سے بھی زیادہ حتیٰ کہ بعض خوش نصیب بندوں کو سات سو گنا تک دیا جائیگا)

حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس اُمت کے اعمالِ خیر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ عام قانون ہے لیکن حق تعالیٰ نے روزے کو اس سے مستثنیٰ

رکھا ہے۔ روزہ کے متعلق اس کا ارشاد ہے کہ روزے میں بندہ میرے لئے اپنا کھانا پینا اور اپنی نفسانی خواہش چھوڑتا ہے

اس کی اس قربانی کی یہ پڑی پوری قدر کر کے دھاؤں گا۔ اور ثواب کے اس عام حساب سے نہیں بلکہ اپنے خاص کرم سے اور بلا واسطہ میں ہی روزہ کا اجر اس کو دینگا۔ گویا بندہ بس اسی وقت دیکھے گا

کہ میں اسے اپنے ہاتھ سے کیا دینگا۔ حدیث کے اصل الفاظ اس موقع پر یہ ہیں کہ "الا الصوم فانه لی وانا اجزی بہ"

میلد فی شہوتہ وطعامہ وشرابہ"

دوستو! اللہ تعالیٰ آخرت میں روزہ داروں پر جو انعام و اکرام فرمائیں گے جس کا وعدہ اس حدیث میں کیا گیا ہے۔ وہ تو انشاء اللہ اسی وقت سامنے آئیگا اور اس کی عظمت اور قیمت اسی وقت معلوم ہو سکے گی لیکن اس قدسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میرا بندہ میری وجہ سے اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ اہل ذوق کئے یہ کچھ کم نعمت نہیں ہے۔ اگر بالفرض آخرت میں کچھ بھی نہ ملے تو اللہ تعالیٰ کا بس یہ فرمانا کہ بندہ نے اپنا کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑا۔ ہمارے روزہ کی وہ قیمت ہے جس کے ہم ہرگز مستحق نہیں ہ

ہزار عمر ندائے دے کہ من از شوق

بخاکِ دغونِ تیمِ دگونی برائے من است

پھر اسی حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

ولخلوف فم الصائم (یعنی روزہ دار کے منہ میں خلوص عند اللہ اطیب من ریح) منہ کی دھبے سے جلد بوجھن اذنا

المسک پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کہ وہ میرے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہے۔

گویا روزہ دار اللہ کا ایسا محبوب بن جاتا ہے کہ اس کے منہ

کی بدبو بھی اللہ کو محبوب ہوتی ہے۔ بحان اللہ و بحمدہ

ایک اور صحیح حدیث میں خاص رمضان ہی کے روزوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

من صام رمضان جو شخص ایمان اور اعتساب کی ایماناً واحساباً صفت کے ساتھ رمضان کے روزے

غفرلہ ما تقدم من رکھیگا اس کے سب پہلے گناہ معاف ذنبہ کر دے جائیں گے۔

ایمان اور اعتساب یہ دو خاص دینی اصطلاحیں ہیں۔ اور حدیثوں میں بہت سے اعمالِ خیر کے ثواب کے ذکر کے ساتھ شرط

ہیں۔ جو اعمال ایمان و احتساب کے بغیر کئے جاتے ہیں وہ بے روح اور بے اثر ہیں۔ سچ کل اول تو اعمال کرنے والے کم ہیں اور پھر جو کرنے والے ہیں ان میں ایمان و احتساب والے بہت ہی کم ہیں۔ اسی لئے ہم سے اعمال بے اثر ہیں۔

اعمال میں ایمان و احتساب پیدا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہر عمل نیت سے کیا جائے اور اس یقین کو بار بار دل میں دہرایا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہیں۔ اور یہ اُن کا حکم ہے۔ اور وہ اس کی تعمیل سے راضی ہوتے ہیں۔ اور میں ان کو راضی کرنے کے لئے اور آخرت میں ان کا رحم و کرم حاصل کرنے کے لئے یہی عمل کرتا ہوں مثلاً ہم روزہ رکھیں تو اس نیت سے رکھیں۔ اور اس نیت کو برابر تازہ کرتے رہا کریں۔ یہاں تک کہ دن میں جب جب کچھ کھانے یا پینے کو دل چاہے تو دل کی ہی یاد دلایا جائے۔ کہ میں اللہ کے حکم سے اور اس کی رضا کے لئے روزہ سے ہوں۔ اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور میری اس بھوک پیاس پر وہ مجھے بڑا ثواب دینے والا ہے۔ اسی طرح تراویح اور تہجد پڑھنا جب نفس پر بھاری ہوا ہے جی اس وقت آرام کرنے کو چاہے تو اس یقین کو تازہ کیا جائے کہ میرے اللہ مجھے اور میرے حال کو دیکھ رہے ہیں۔ اور اسی وقت اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر میرا نماز پڑھنا آخرت میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کو آسان کرے گا۔ اور اس وقت تھوڑی سی تکلیف اٹھالینا انشاء اللہ دوزخ کی سخت تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ ہو جائے گا

انشاء اللہ چند روز ایسا کرنے سے یہ ایمان و احتساب دل کا متعلق حال بن جائے گا۔ اور پھر خدا نے چاہا تو ہمارا ہر عمل ایمان و احتساب کی صفت سے بڑا کرے گا۔

کے طور پر ان دونوں کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ اس عمل کا یہ ثواب بشرطیکہ یہ عمل ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا جائے اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کرنے والا اس عمل کو اس یقین کے ساتھ کرے۔ کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور قرآن و حدیث میں اس کا حواجر و ثواب بتلایا گیا ہے وہ بالکل حق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اس عمل کو دیکھنے والا ہے۔ اور پھر اسی یقین کی تہذیب سے اور حکم الہی کی تعمیل سے اور اللہ و رسول کے بیان کئے ہوئے اس ثواب ہی کی امید پر اس عمل کو کیا جائے۔ جس پر یہ مطلب ہوتا ہے ایمان و احتساب کے ساتھ کسی عمل کے کرنے کا، تو اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ جو کوئی رمضان کے روزے اس یقین کے ساتھ رکھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور مجھے اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ اور اللہ مجھے اور میرے عمل کو دیکھنے والا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو مجھے اس عمل پر انشاء اللہ تعالیٰ بہت بڑا ثواب ملنے والا ہے تو اس شخص کے پہلے سب گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

روزے کے علاوہ رمضان کی دوسری خاص عبادت قیام ہیں یعنی رات کی خاص نماز ہے جس میں تراویح اور تہجد دونوں داخل ہیں اس کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے کہ من قام رمضان ایما ناد جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ احتساباً و غفراناً ماقولہ رمضان کی راتوں میں اللہ کے حضور میں کھڑا ہو۔ (یعنی تراویح و تہجد پڑھے) تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

تو حدیث میں رمضان کی ان دونوں عبادتوں کی یعنی دن کے روزوں کی اور رات کی نماز تراویح و تہجد کی یہ فضیلت اور تاثیر بیان کی گئی ہے کہ ان کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ عبادتیں ایمان اور احتساب کے ساتھ کی جائیں۔ دراصل ایمان و احتساب اعمال کی روح اور اعمال کا باطن

رمضان کی ان دونوں عبادتوں (یعنی دن کے روزوں اور رات کی نمازوں) کے متعلق ایک حدیث اور بیان کرتا ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور اس دن ہمیں ان کی اصل قدر و قیمت معلوم ہوگی۔

ہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ کہ رمضان کے صیام اور قیام کی یہ ساری فضیلتیں اور انعام و اکرام کے یہ تمام وعدے ان ہی عموماً نصیبوں کے لئے ہیں جن کے روزے اور جن کی راتوں کی نمازیں صرف رکھی نہ ہوں بلکہ اخلاص کے ساتھ اور ایمان و اعتقاد کی کیفیت کے ساتھ ہوں اور جنہوں نے ان کے بارے میں اللہ و رسولؐ کے احکام کی پوری پابندی کی ہو۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوئی تو حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے۔

رب صائم لیس لہ کہتے ہی روزہ دار ہیں کہ ان کے من صیامہ الا الجوع روزے کا حاصل بھوک پیاس کے سوا والظماء ورب قائمہ کچھ نہیں اور کہتے ہی شب زندہ لا لیس لہ من قیامہ ہیں کہ راتوں کی ان کی نمازوں کا الا السهر حاصل رات کے جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من لم یذبح قول الزور جس روزہ دار نے (روزہ رکھتے والے عمل بدلے فلیس للہ ہوئے) جھوٹ اور یہودہ باتیں اور حجة فی ان یذبح غلط اور یہودہ اعمال نہ چھوڑے تو طعامہ وشرابہ اللہ کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی کچھ پرواہ نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص روزے میں کھانے پینے سے تو اپنے منہ کو بند کر لے لیکن جھوٹ سے اور بُری باتوں سے اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے۔ اور بُرے اعمال اور بُری عادتیں نہ چھوڑے تو اللہ کے یہاں اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ کہ روزہ صرف کھانا

الصیام والقنات روزہ اور قرآن (یعنی تراویح) دیشفعان للعبد یقول یا تعجب میں جو قرآن پڑھایا سنا الصیام لے رب انی (جئے) یہ دونوں مومن بندہ کے منعۃ الطعام والشہوات حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش بالخمار فشفعنی فیہ و کریں گے روزہ عرض کرے گا یقول القرآن منعۃ لے میرے رب میں نے تیرے ہی المنام باللیل فشفعنی بندے کو کھانے پینے سے اور فیہ فیشفعان عواش نفس پورا کرنے سے دن کے اوقات میں رہا تھا۔ لہذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات میں سونے نہیں دیا تھا۔ اس لئے میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ان دونوں کی شفاعت اس بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی۔

دوستو! ہمیں اور آپ کو بدشہ روزہ سے بھوک پیاس کی کچھ تکلیف ہوتی ہے۔ اور دن کو روزہ رکھ کر رات کو تراویح اور تہجد پڑھنا اکثر فوٹوں کے لئے ضرور کچھ شاق ہوتا ہے۔ لیکن جب قیامت میں ہمارے یہ روزے اور رمضان کی راتوں کی ہماری یہ نمازیں اور ان میں پڑھے جانے والا قرآن ہمارے شفیع بن کر کھڑے ہوں گے اور ہمارے لئے بارگاہِ خداوندی میں سفارش کریں گے اور جب ان کی وجہ سے ہم سے گناہ معاف کئے جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ براہِ راست اور بلا واسطہ ہمیں ان کے انعام دیں گے تو اس وقت الٰہی سے نیا لہجہ محبوب اور لذیذ ہمارے لئے

دوستو! ہمیں اور آپ کو بدشہ روزہ سے بھوک پیاس کی کچھ تکلیف ہوتی ہے۔ اور دن کو روزہ رکھ کر رات کو تراویح اور تہجد پڑھنا اکثر فوٹوں کے لئے ضرور کچھ شاق ہوتا ہے۔ لیکن جب قیامت میں ہمارے یہ روزے اور رمضان کی راتوں کی ہماری یہ نمازیں اور ان میں پڑھے جانے والا قرآن ہمارے شفیع بن کر کھڑے ہوں گے اور ہمارے لئے بارگاہِ خداوندی میں سفارش کریں گے اور جب ان کی وجہ سے ہم سے گناہ معاف کئے جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ براہِ راست اور بلا واسطہ ہمیں ان کے انعام دیں گے تو اس وقت الٰہی سے نیا لہجہ محبوب اور لذیذ ہمارے لئے

بھی ہے۔ اعتکاف کیا ہے؟ ہر طرف سے متقطع ہو کر اللہ کے در پر پڑ جانا اور اس سے لو لگا کے بیٹھ جانا۔ اس کا اصل وقت رمضان کا آخری عشرہ ہے۔

یوں تو رمضان کا پورا مہینہ خاص رخصتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ لیکن اس حیثیت سے اس کا آخری عشرہ پہلے دونوں عشروں سے بڑھا ہوا ہے۔ کہ قرآن پاک کا نزول بھی آخری عشرہ ہی میں ہوا تھا اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شب قدر بھی عام طور سے اس آخری عشرہ ہی میں ہوتی ہے۔ اس لئے اعتکاف کیلئے اسی عشرہ کو مخصوص کیا گیا ہے۔ گویا پورے رمضان کے روزوں کا مجاہدہ تو تمام اہمیت پر فرض کیا گیا ہے۔ جس سے بیماروں اور مندوروں کے سوا کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور پورے مہینہ کی راتوں میں عشا کی روزمرہ نماز کے علاوہ زائد نماز پڑھنا اور اللہ کے حضور میں زیادہ سے زیادہ کھڑا رہنا جس کو حدیثوں میں قیام میں کہا گیا ہے وہ اگرچہ روزہ کی طرح فرض تو نہیں کیا گیا ہے لیکن فرض قرار دے بغیر اس کا حکم بھی سب کو دیا گیا ہے گویا رمضان کے دنوں میں صیام اور راتوں میں قیام تو ایمان والوں کے لئے رمضان کے مجاہدہ اور رمضان کی عبادت کا عام نصاب ہے پھر اللہ کے جہنم سے رحمت والے اس مہینہ کی رخصتوں اور برکتوں میں خاص الخاص حصہ لینا چاہیں ان کے لئے خاص نصاب اعتکاف ہے۔ یعنی اللہ کا عابد بندہ رمضان کے آخری دس دنوں اور دس راتوں میں سب طرف سے کوشش کرے اور گویا سب ہمت کے اللہ ہی کے استناد پر ہوا رہے۔ اور گویا اسی کے قدموں میں جا کر سے یعنی اللہ کی کسی مسجد میں اپنے جسم کو فقید کر دے۔ حاجت بشری کے مواد ہاں سے نہ مل سکے۔ اسی طرح اپنے باطن کو صرف اللہ کی طرف متوجہ کر دے۔ اسی کی یاد ہو اسی کا دھیان ہو۔ اسی کی عبادت ہو اسی کی تسبیح و تہلیل ہو۔ اسی سے ڈرنا اسی کے حضور میں رونا اور ڈرنا ہو۔ اسی سے مانگنا ہو اسی کے سامنے گڑا گڑانا ہو۔ غرض وہاں بس وہ بندہ ہوا در اس کا رب کریم۔

پینا چھوڑ دینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ بڑے کاموں اور بڑی باتوں سے بھی رکاجائے تو حقیقی روزہ ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ

اذا كان يوم صوم احدكم جب تم میں سے کسی کے روزہ کا فلا يرفث ولا يصخب دن ہوتا چاہئے کہ وہ کوئی بیوہ خانہ سبب احد اند حرکت اور کوئی یہودہ بات نہ قاتلہ فليقل اقل کرے۔ اور تیزی میں زور سے بھی صائم نہ بولے۔ اور اگر بالفرض کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ کرے اور لڑنا چاہے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

یعنی روزہ دار کو چاہئے کہ کسی بدتمیز کے جواب میں بھی کوئی بدتمیزی نہ کرے۔ اور دل کے جذبات پر اور زبان پر پلواتا ہو رکھے۔ حتیٰ کہ تیرج کر اور زور سے بھی نہ بولے۔

دوستو! یہ ہے حقیقی روزہ اور یہ ہیں وہ روزہ دار جن کے روزہ سے پیدا ہونے والی نمہ کی بولہ بھی اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب روزہ دار یہ دھیان بڑا کرتا رہے کہ میرا لک، اور میرا رب میرے ساتھ ہے حاضر ناظر ہے اندر اس کا حکم ہے کہ میں روزہ میں کوئی بڑا کام نہ کروں۔ کوئی بڑی بات زبان سے نہ نکالوں۔ حتیٰ کہ زور سے بھی نہ بولوں۔ پس اللہ کے حاضر اور شاہد ہونے کا یہ یقین روزہ دار پر جتنا ظاہری ہوگا۔ اور ہر دم اپنے اللہ کے سامنے ہونے کا دھیان جتنا بچنے اور گہرا ہوگا اتنی ہی ان چیزوں سے احتیاط نصیب ہوگی۔ جو روزہ کو خراب کرنے والی ہیں پس سارا کمال اس یقین اور دھیان کا ہے اللہ تعالیٰ اس نصیب فرمائے۔

حضرات! رمضان کے خاص اعمال میں سے ایک اعتکاف

اللہ صلعم رمضان کی آخری دس راتوں میں خود بھی جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیداری کا حکم فرماتے تھے۔ اور ترغیب دیتے تھے (اجی لیلہ و یقظ اہلہ)

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور اہل تجربہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عموماً رمضان کے اسی آخری عشرہ کی راتوں میں شب قدر ہوتی ہے۔ جن کی عظمت اور فضیلت اور جس کی قدر منزلت قرآن مجید کی ایک متقل صورت میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس وجہ سے اس سورت کا نام ہی ”سودۃ القدر“ ہے۔ تو جو شخص رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں ذکر و عبادت کا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے گا اور دُعا و استغفار میں مشغول رہے گا اہتمام کرے گا انشاء اللہ وہ شب قدر میں نازل ہونے والی اللہ کی خاص رحمتوں اور برکتوں سے حُزور اپنا دامن بھر لے گا۔ اور جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے وہ اس ایک رات کی عبادت پر ہزار مہینہ کی عبادت سے زیادہ ثواب کا مستحق ہو گا۔

دوستو! اور دینی بھائیو! اللہ تعالیٰ نے رمضان کی شکل میں رحمت کا جو موسم ہمارے لئے بھیجا ہے اس کی قدر کرو تو تھوڑی سی ہمت اور محنت کر کے اپنے گناہوں کو بخشوانے اور اپنے اللہ کو راضی کرنے کا سامان کرو۔ اور رمضان کے دنوں اور راتوں میں کچھ کر کے اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کی میزان کو بڑھالو۔ معلوم نہیں اس سال کے بعد میں سے کس کس کو رمضان نصیب ہو گا۔ اور کس کس کے لئے یہی آخری رمضان ہے۔ رسول اللہ نے کسی صحابی کو ان کی خاص اتدعا پر چند نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ ”صلی صلوٰۃ صوّدع“ یعنی اس شخص کی سی نماز پڑھو۔ جو اپنے متعلقین کو خیر باد کہہ کے دنیا سے رخصت ہونے والا ہو اور اپنی نماز کو آخری نماز سمجھ کر خضوع و خشوع سے پڑھ رہا ہو۔ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اسی طرح اس رمضان میں ہم سب یہ خیال کر کے کچھ کر لیں کہ کیا خبر ہے شاید ہی ہمارے لئے

حضرات! اعتکاف کا جو اجر و ثواب آخرت میں ملے گا وہ تو دس سو بیس سو سنانے آئیگا۔ لیکن جس بندہ کو اپنے مولا کی محبت کا کوئی ذرہ نصیب ہو اس کے لئے تو حضور کی ایسے چند دنوں اور چند راتوں کا نصیب ہو جانا بجائے خود وہ نعمت عظمیٰ جو جس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں اور لذتیں بیچ ہیں۔ ان محبت تو ایسے وقت کی تمنائیں ٹپکتے ہیں۔

پھر جی میں ہے کہ در پر کسی کے پڑا رہوں سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے دل دھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت رات دن بیٹھا رہوں تصور عبا ناں کئے ہوئے

میں آپ حضرات سے عرض کر رہا تھا۔ کہ اعتکاف بجائے خود ایک نعمت اور لذت ہے۔ ایسی نعمت اور لذت جو اگر ہم سب پر مشکف ہو جائے تو ہماری مسجدیں رمضان میں مشکفین سے بھری رہا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایمی معمول تھا کہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں برابر اعتکاف فرماتے تھے۔ ایک سال کسی وجہ سے آپ اعتکاف نہیں کر سکے۔ تو اگلے سال آپ نے ۲۰ دن کا اعتکاف فرمایا۔ اور ایک سال ایسا بھی ہوا کہ رمضان کے پورا مہینہ میں آپ معتکف رہے۔

تو اللہ تعالیٰ آپ میں سے جن کو توفیق دے وہ آخری عشرہ میں اعتکاف کریں۔ اور جن کے لئے کسی وجہ سے اس کا موقع نہ ہو وہ بھی اتنا ضرور کریں کہ آخری عشرہ میں اپنے دوسرے مشغولوں کو کم سے کم کر دیں اور دن رات کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کے ذکر میں قرآن مجید کی تلاوت میں، اللہ کی عبادت میں اللہ کے دیان میں اور اس سے دُعا و استغفار میں گزار دیں۔ خصوصاً ان راتوں میں زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف متوجہ اور اس کے ذکر میں مصروف اور دُعا و استغفار میں مشغول رہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول

آخری رمضان ہو۔ اور اللہ کی رحمت سے منفعت حاصل کرنے کا یہی ہمارے لئے آخری موقع ہو۔

آخر میں مجھے ایک بات آپ حضرات سے اور عرض کرنی ہے۔ اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے رمضان اور اس کے خاص اعمال کے متعلق یعنی روزہ، تراویح اور اعتکاف وغیرہ کے متعلق جو کچھ عرض کیا ہے دراصل وہ سب ثواب آخرت کی وہ ترغیبات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور جو حدیثیں میں اب تک محفوظ ہیں۔ ان اعمال میں اس کے علاوہ جو اور مستحقین اور فائدے ہو سکتے ہیں جن کا تعلق ہماری دینی زندگی سے ہے اس وقت میں نے ان کو قصداً نظر انداز کیا ہے۔ یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ میرے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہی ہے کہ وہ جو عمل کرنا چاہتے ہیں آخرت کے ثواب کو سامنے رکھ کر کرنا چاہتے ہیں۔ اور جس کام سے لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں اُس کے آخری عذاب سے ڈرا کر بچانا چاہتے ہیں۔ ان کا امتیازی اور اصلی کام یہی تبشیر اور انداز ہے۔ (یعنی ثواب کی بشارتیں سنا کر اچھے اعمال پر لوگوں کو آمادہ کرنا اور عذاب سے ڈرا کر لوگوں کو بُرے اعمال سے بچانا) قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: ”رُسُلًا مَّبَشِّرِينَ وَنَذِيرِينَ“ ہمارے اس زمانہ میں دین میں اور دین کی دعوت میں جو غلطیاں داخل ہوئی ہیں ان میں کی بہت اہم ایک غلطی یہ ہے کہ بہت سے حضرات تبشیر اور انداز کے اس نبوی طریقے سے اس قدر غٹھا کر دین کی اور دین کے اعمال و ارکان کی دعوت دیتے ہیں۔ کہ ان کی گفتگوؤں اور ان کی کتابوں میں جنت کے ثواب اور دوزخ کے عذاب کا تذکرہ کسی تلاش کرنے والے کو مشکل ہی سے مل سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث اسی تذکرے سے بھرے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دین کی پوری دعوت کی بنیاد آخرت کے ثواب عذاب کو بنایا ہے۔ اور جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذابوں کا ذکر قرآن مجید میں اس قدر تفصیل سے اور اتنی تکرار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کہ اگر اس کو نکال لیا جائے تو قرآن شاید آدھا بھی مشکل سے رہے گا۔ بہر حال انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ ہے اور میں مادہ پرستی اور دنیا پرستی کے اس دور میں اپنے قول و عمل سے اس کو اجاگر اور زندہ کرنا ہے۔ کہ دین کی اور دین کے اعمال و ارکان کی دعوت آخرت کے ثواب عذاب کی بنیاد پر دی جائے۔ اور جنت و دوزخ کو قرآن مجید کے طریقہ پر ایک سچی اور یقینی حقیقت کی طرح لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس کے علاوہ آج میں نے خاص طور پر یہ التزام اس لئے بھی کیا۔ کہ رمضان کے مخصوص اعمال روزہ، قیام لیل، احیاء لیلة القدر ان سب سے متعلق حدیث میں یہ صراحت ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان پر یہ انعام اور یہ اجر و ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ ان کو ایمان اور اعتساب کی صفت کے ساتھ کیا جائے۔ اور ایمان و اعتساب کا مطلب جیسا کہ میں نے ابھی بتلایا تھا یہی ہے کہ اللہ کے وعدوں اور وعیدوں پر یقین کرے اور ان کے بتلائے ہوئے ثواب عذاب کو بالکل برحق جان کے اس ثواب کی امید ہی میں ان اعمال کو کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ اعمال بھی نصیب فرمائے اور ایمان و اعتساب کی صفت بھی نصیب فرمائے۔ میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ دینی دین کی روح اور جان ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب
العالمین و سلام علی المرسلین

== ❦ ==

والعلوم عز و جہ | کے نئے سال کا داخلہ پانچ سوال سے شروع ہو کر پچیس سوال تک کھلا رہے گا۔ طالبانِ علوم و دینیہ اس دوران میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بیرونی طلباء کے سبق و طعام و قیام کا مدرسہ کفیل ہوگا۔

علم حدیث

(۴)

مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی

حدیث و سنت

حدیث سے مراد حضورِ صلعم کے تمام اقوال و افعال۔ اور دوسروں کے وہ اعمال جن کو اپنے برقرار رکھا۔ حدیث صرف قولِ رسول کا نام نہیں بلکہ قولِ رسول کو بھی کہتے ہیں اور فعلِ رسول کو بھی اور تقریرِ رسول کو بھی۔ تقریر کے معنی کسی کے فعل کو برقرار رکھنا۔ یعنی کسی کو کہتے دیکھ کر اس کو منع نہ کرنا۔ بلکہ احادیث کی رو سے قولِ صحابی اور فعلِ صحابی اور تقریرِ صحابی بھی حدیث کے ساتھ ملتے ہیں۔ گورجات اور وقت اختلاف ترجیح میں علماء باہم مختلف ہوں۔ اور مختلف اقوال و اعد و ضوابط پر عمل پیرا ہوں۔

نبی کریم کو حق تعالیٰ نے صرف احکامِ خداوندی کے پہنچانے کے لئے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ تعلیم کتابِ تعلیم حکمت اور تزکیہ کی خدمت بھی پسرو کی۔ دوسرے لفظوں میں عملی صورت کھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ بلا جہت نبی دین کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ اور عملی صورت کو صحیح جامہ پہنانے کے لئے تین ہی چیزوں کی حاجت ہے۔ قولِ فعل۔ اور تقریر۔ مثلاً جو خوشنویسی میں کتابیں موجود ہیں۔ لیکن کتابوں سے یہ فن اور نہ کوئی دوسرا عملی فن حاصل ہو سکتا ہے بلکہ اس کی حاجت ہے کہ استاد زبان سے بھی بتائے۔ اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر اور شاگرد کے ہاتھ سے بتا کر حرفوں کی صورت ذہن نشین کرائے۔ چنانچہ جب شاگرد کا ہاتھ صاف ہو جائے تو اس کے لکھے ہوئے حرفوں پر سکونت کرے۔ پس زبانی بتانا حدیثِ قولی کی نظیر اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر دینا حدیثِ فعلی کی۔ اور شاگرد کے لکھے ہوئے پر سکونت تقریری حدیث ہے جس طرح خوشنویسی کی تعلیم ان تین طریقوں کے بغیر نہیں ہو سکتی دین کی تعلیم بھی ان تین طریقوں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

حق تعالیٰ سبحانہ نے خود قرآن کی بابت ارشاد فرمایا ہے۔ تفصیلاً رکھل شئی و تبیاناً لکل شئی۔ کہ اس کتاب میں ہر شے کی تفصیل اور بیان موجود ہے۔ تو ایسی حالت میں قرآن کو حدیث کی حاجت و ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور قرآن پاک کو تعلیم نبی اور تعلیم حکمت کے محتاج ماننا اس کے منافی ہے۔

یہ بالکل واقعی اور نفس الامری بات ہے۔ کہ قرآن پاک مکمل کتاب ہے لیکن یہ بھی بدیہی بات ہے۔ کہ قرآن سمجھنے کے لئے بہت آلات اور علوم کی حاجت ہے عربی زبان، لغت، صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ کے ہم محتاج ہیں کہ بغیر ان علوم میں دستگاہ پیدا کئے، فہم و تفہیم قرآن ناممکن ہے۔ جس طرح ہر علم میں بلامبادی و مقدمات کے اس علم کی تحصیل ناممکن ہے جو حال اشیاء محسوسات کا ہے کہ آلات کے بغیر ان اشیاء کا حصول ممکن نہیں، اسی طرح اور بالکل اسی طرح علوم کی حالت ہے کہ مبادی و مقدمات کے بغیر ان کا حصول ہی ممکن نہیں۔ جس طرح اقلیدس کی شکلوں کا اصول موضوعہ کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں یہی حال جملہ مبادی کا ہے۔ جب ہم معانی سمجھنے کے لئے مبادی کے محتاج ہیں اسی طرح نشا و خداوندی معلوم کرنے کے لئے نبی کریم کے محتاج ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقریریں مختصر ہے۔ اور اسی کا نام حدیث ہے۔ کیونکہ حضور سے زیادہ کوئی خداوندی فشا کو سمجھنے والا نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارے علم اور ہماری فہم و فراست میں تفاوت ہے۔ اس لئے ایک حکم کی ضرورت ہے۔ اور وہ ردالی الرسول ہے۔ اور پھر تفصیل کل شئی اور تبیان کل شئی اور قرآن پاک کا کامل و مکمل و جامع ہونا کہ اس امر کو متفقہ ہے کہ اس میں تمام جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہو۔ تمام جزئیات کی تفصیل موجود ہوں۔ تودیت کی نسبت قرآن میں ارشاد

ہے۔ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء وموعظۃ و
تفصیل لکل شیء۔ ہم نے الواحِ توریت میں قسم کی نصیحت
اور تمام اشیاء کی تفصیل لکھ دی تھی۔

تو کیا کسی کی عقل اور ان فی تصور اس کو باور کر سکتا
ہے کہ اس الواح میں دُنیا بھر کی چیزیں لکھی جاسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔
کَلَّا وَاللّٰہُ لَا یَکُنْ ذَٰلَکَ

کسی کتاب کے جامع ہونے کا مفہوم ہی یہ ہوتا ہے کہ اس میں مختلف
جزئیات کے احکام بشکل کلیات اور قواعد موجود ہوں۔

القرآن علی اختصار جامع ولا یکن جامعاً الا والجمع
فیہ امور کلیات

(قرآن کریم مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اور یہ جامعیت
اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ اس میں کلیات مذکور ہوں)
امام بخاریؒ کا ارشاد ہے۔

وبلغنی ان جوامع الکلم ان اللہ یجمع الامور
الکثیرۃ المتکثرات تکتب فی الکتب قبلہ فی الامر
الواحد والاصوین ادنحو ذالک (بخاری باب الفتح)
(کہ جوامع الکلم کی مجھے یہ تفسیر معلوم ہوئی کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ
نے پہلی کتابوں میں بہت سے پھیلانے کے ساتھ بیان فرمائی تھیں وہ
ایک دو جلدوں ہی میں جمع کر دیں)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی جامعیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے
کہ اس کے بعد تفصیل و شرح کی حاجت نہیں۔ یا وہ اتنا واضح ہے
کہ اس کے لئے کسی معلم و مفسر کی حاجت باقی نہیں رہی بلکہ یہ مفہوم ہے
کہ وہ خدا شناسی اور آدابِ عبدیت اور حقوقِ ربوبیت و رسالت
کے جملہ اصول پر حاوی ہے۔

پس قرآن کی شانِ جامعیت تشریحاتِ حدیث سے ہرگز بے
نیاز نہیں کرتی بلکہ احادیث کے بغیر قرآن کی اشکال و کیفیات
شرائط و جزئیات کا علم ہی نہیں ہو سکتا۔ ایک عجیب حیرت اور

مضحکہ خیز امر ہے کہ جب حدیث کا انکا مقصد ہوتا ہے تو قرآن
اس قدر مفصل بن جاتا ہے کہ قرآن فہمی کے لئے مبادی اور شروط کی
بھی ضرورت نہیں رہتی۔ خود تبیان اور کامل و مکمل ہو جاتا ہے۔ اور
ہر چیز کی تفصیل اس میں مندرج نظر آنے لگتی ہے۔ وہ کسی بیان کا محتاج
نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ نبی کے بیان سے بھی مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ (گوپریزی
بیان کا محتاج ہے)

اور جب مسئلہ دستور اور قانون کا پیش آتا ہے تو سارا
قرآن دستور سے خالی نظر آنے لگتا ہے۔ تیس پاروں میں ایک آیت
بھی نظر نہیں آتی۔ یہ بات ہمارے نظریہ اور عقیدہ کے عین مطابق
ہے اس لئے کہ قرآنی علوم و ہدایات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور
سلف صالحین کے چشمہ اور آئینہ مجتہدین کے فریم بغیر سمجھنا اور اس کی
روح کو پہنچنا ممکن نہیں۔

امام شافعیؒ نے کتاب رسالہ میں احادیث سنن کی
کل تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو بعینہ قرآن پاک میں مذکور
ہیں دوسری وہ جو قرآن کے محلِ حکم کی تشریح کرتی ہیں۔ تیسری
وہ جن کا ذکر (نظام) قرآن پاک میں نہ تفصیلاً ہے نہ اجمالاً۔ اور
یہی تیسری قسم محلِ بحث ہے۔ امام صاحبؒ نے آئمہ سلف کے چار
نظریے نقل کئے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے رسول کی کلی اطاعت فرمائی ہے اور اس کے علم میں
پہلے ہی سے یہ ہے۔ کہ رسول جو کچھ کہیگا اور کریگا اس میں رضائے الہی کی
توفیق اسکے ساتھ شامل ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ پہلے ہی سے رسول کو یہ توفیق
ربانی عنایت کی گئی ہے کہ وہ رضائے الہی کو تلاش کرے۔

(۲) رسول نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا ہے جس کی اصل کتاب اللہ میں
ہو۔ مقصود یہ تھا کہ اس قسم کے احکام بھی دراصل کتاب اللہ سے
ماخوذ ہیں۔ گو نظامِ حکم میں ان کو ایسا نظر نہ آئے۔

(۳) تمام احادیث نبویؐ و انوار فی الشریعہ میں یعنی رسول کے دل
میں خدا تعالیٰ نے ڈالی دی ہیں۔ اور یہ اس حکمت کا نتیجہ ہے۔ جو آپؐ

کے دل میں ڈالی گئی۔ اور جو احادیث میں کتاب الہی سے جدا کا نہ متعلق مقامِ ربانی کے ذریعہ رسول کو معلوم ہو سکے ہیں۔

کتاب بہترین رفیق ہے!

- پیامِ حق - حضرت مولانا طہور احمد صاحب بکوی کی آخری محرکہ اکر تفسیر - مذہبِ نبویہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے قیمت -/۸/-
- تفسیر آیت مباحلہ - مصنفہ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤ - قل تعالوا ندع ابنائنا لکما کی صحیح تفسیر اور شیعوں کے مناظرہ کا ازالہ -/۴/-
- تفسیر آیت میراث ارض - مصنفہ ایضاً - تفسیر آیت ولقد کتبنا فی الزبور ان خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت -/۴/-
- تفسیر آیت معیت - مصنفہ ایضاً - تفسیر آیت محمد رسول اللہ والذین معہ - حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا خلیفہ ہونا ثابت کیا گیا ہے -/۴/-
- تفسیر آیت تمکین - مصنفہ ایضاً - تفسیر آیت الذین ان مکنا ہم فی الارض - جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور کے حاجرین کی بارگاہ الہی میں بڑی عزت ہے - ان میں ہر ایک امامت و خلافت کی قابلیت رکھتا تھا - ان کی خلافت قرآن کی موعودہ خلافت ہے - ان کے عہد خلافت کے تمام کام خدا کے پسندیدہ اور مقبول تھے -/۴/-
- تفسیر برضوان - مصنفہ ایضاً - تفسیر آیت لقد رضی اللہ عن الموصنین کی تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرات خلفائے ثلاثہ اور تمام صحابہ صدیقہ جنتی ہیں - اور خدا نے ان سے اپنی رضا مندی کا اعلان کر دیا -/۴/-
- تفسیر آیت مودۃ القرابی - مصنفہ ایضاً - تفسیر آیت قل لا اسئلكم علیہ اجرا کی صحیح تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ جو اس آیت کے حوالے سے محبت اہل بیت کو اجر رسالت کہتے ہیں یہ قرآن کی معنوی تحریف اور بید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر سخت حملہ ہے - قیمت -/۱۰/-
- تفسیر آیت اولی الامر منکم - مصنفہ ایضاً - اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر اور شیعوں کے مناظرہ کا ازالہ -/۴/-
- ابوالاکہم کی تعلیم - مصنفہ ایضاً - جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محب حضرت علی اور پیرو کارِ اہلبیت نہیں ہو سکتا کہ جب تک مذہبِ حق اہل سنت و الجماعت اختیار نہ کرے -/۸/-
- کشف التلبیس حصہ دوم - جس میں فضائل صحابہ اور دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے -/۸/-
- تحقیق فداک - مصنفہ مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری - نہایت بہترین اور قابل دید کتاب ہے -/۲/-
- تحفہ قادیان -/۸/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ حزب انصار و منبر شمس الاسلام ڈاک خانہ شمس الاسلام بھیرہ